

نفقہ اولاد کے احکام شریعہ و قانون کے تناظر میں

مدثرہ صابریں *

سمعیہ مقبول نیازی *

موضوع کا تعارف

معاصر عائلی معاملات میں اہم ترین مسئلہ بچوں کے نان و نفقہ کا تعین اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری ہے۔ الحمد للہ اسلامی تعلیمات کی بنا پر مسلمان معاشرے خاص طور پر پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام مضبوط ہے اور والدین بچوں پر اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ عمومی طور پر کام یاب خاندانوں میں بچوں کے نان و نفقہ کے حوالے سے زیادہ تنازعات نہیں ہوتے۔ البتہ غریب خاندانوں سے تعلق رکھنے والے والدین مالی وسائل کی کم یابی کی وجہ سے پریشان تو ہوتے ہیں، لیکن ان میں کوئی تنازعہ کم ہی نظر آتا ہے۔ بچوں کے نان و نفقہ کا معاملہ اس وقت بحران کی صورت اختیار کر لیتا ہے جب میاں بیوی کے درمیان ناچاقی یا علاحدگی ہو جائے۔ اس صورت میں نہ صرف بچوں کی پرورش متاثر ہوتی ہے، بلکہ بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مطلوبہ اخراجات بھی غیر یقینی صورت حال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح معاملات عدالتوں میں چلے جاتے ہیں اور وہاں پر واضح قانون نہ ہونے کی وجہ سے روایتی فیصلے کر دیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے بعض اوقات بچوں کے حقوق پر زبرد بھی پڑتی ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق جس طرح بچوں کی تربیت کی جانی چاہیے وہ بھی نہیں ہو پاتی۔ اس موضوع سے متعلق فقہی و قانونی احکام پر سیر حاصل تحقیق کے لیے یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

اولاد کے نان و نفقہ کا تعلق فقہ الأسرة سے ہے، جب کہ اس موضوع پر معاصر قانون،

Personal Law میں گفتگو کرتا ہے۔ یہ ایک شرعی، قانونی اور معاشرتی موضوع ہے، اس لیے مقالہ ہذا کی تحریر میں فقہ اسلامی کے استنباط احکام کے مناج کے ساتھ ساتھ قانونی و معاشرتی تحقیق کے اصولوں (Statutory Laws اور Case Law) کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

بچوں کے نان و نفقہ کے حوالے سے ضمنی احکام کلاسیکل فقہ کے کتاب النکاح و طلاق جیسے ابواب میں شامل ہیں۔ عصر حاضر میں اس موضوع پر مفصل بحث عموماً فیملی لاء پر لکھی گئی کتابوں ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی و أدلتہ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور محمد یوسف موسیٰ نے النسب و آثارہ میں اولاد کے حق نفقہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے لیکن ان کتابوں میں صرف اسلامی قانون سے بحث کی گئی ہے جب کہ دیگر قوانین کا تقابلی مطالعہ نہیں کیا گیا۔ انگریزی زبان کی کتب کو اگر دیکھا جائے تو حق نفقہ کو سطحی طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اکثر کتب اس موضوع پر مکمل روشنی نہیں ڈالتیں۔ مثال کے طور پر John Esposito کی کتاب *Islamic Law of Woman in Muslim Family Law*، J.J. Nasir کی کتاب *A Text Book on Muslim Family Personal Status* اور David Pearl کی کتاب *Law* ایسی معاصر کتابیں ہیں جن میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ مواد تو ملتا ہے لیکن نہ تو موضوع کا مکمل احاطہ کیا گیا ہے اور نہ ہی دیگر قوانین کا تقابلی مطالعہ پیش نظر رکھا گیا ہے، تقریباً یہی حال اردو زبان میں لکھی گئی کتابوں کا ہے۔ تنزیل الرحمن نے اپنی کتاب مجموعہ قوانین اسلام میں حق نفقہ پر اسی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اگر تحقیقی مقالات پر نظر ڈالی جائے تو ایک واضح خلا نظر آتا ہے اور لگتا ہے کہ یہ موضوع محققین کی مناسب توجہ حاصل نہیں کر پایا۔

اس مقالے کا آغاز نان و نفقہ کے تعارف و اہمیت سے کیا گیا ہے۔ مقالے کا پہلا حصہ اولاد کے نفقات کے حوالے سے فقہی احکام پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں نفقات کی شرائط، نفقات کی ادائیگی کی ذمہ داری اور نفقات کا مد میں شامل اخراجات وغیرہ پر فقہی آرا کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، جب کہ مقالے کا دوسرا حصہ بچوں کے نان و نفقہ کے حوالے سے پاکستانی قانون سے متعلق ہے۔ اس حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح عدالتی فیصلوں کی روشنی میں پاکستان کے اندر واضح قانون سازی نہ ہونے کے باوجود کئی قانونی نظیریں سامنے آگئی ہیں۔ ان قانونی نظائر کی روشنی میں پاکستان کے اندر Case Law مدون ہوا ہے۔ مقالے کے آخر میں فقہی و قانونی آرا کا تقابلی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

۱- اولاد کے نفقے کے بارے میں فقہی احکام

۱-۱- نفقہ اولاد کی اہمیت

نفقہ بچے کا مذہبی اور قانونی حق اور والد کی ذمہ داری ہے۔ نفقہ ایک ایسے بچے کا حق ہے جو مال یا ذریعہ آمدنی نہ رکھتا ہو۔ اولاد کا نفقہ دینے کی ذمہ داری زوجہ کو نفقہ دینے کی ذمہ داری سے مختلف ہے۔ یہ دو الگ الگ حقوق ہیں اور ایک حق دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر اولاد والدہ کے ساتھ رہائش پذیر ہو، تو بھی والد اس کے نفقے کا ذمہ دار ہے، البتہ والد صرف جائز بچے کے نفقے کا ذمہ دار ہے ناجائز بچے کا نہیں۔^(۱)

وراثت، نفقہ اور ولایت جیسے حقوق بچے کے نسب اور جائز حیثیت کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں، اسلامی قانون ایسے بچے کو جائز تصور کرتا ہے جو ایک صحیح یا فاسد شادی کے دوران پیدا ہوا ہو۔ اسلام کے مطابق ناجائز بچہ صرف ماں کا تصور ہوتا ہے اور اس کا رشتہ والد سے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ایسے بچے کے نفقے کی ذمہ داری اس کی ماں یا ماں کی طرف کے رشتہ داروں پر عائد ہوتی ہے۔^(۲)

نفقہ ایک ایسا فرض ہے جس کی بنیاد ولایت پر ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق بچے کا ولی اس کا والد ہوتا ہے، جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ ایسا کرنا بچے کی فلاح و بہبود کے خلاف ہے۔ نفقے کی مقدار کا تعین والد کی مالی حیثیت کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔^(۳) نفقے میں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور دیگر ضروری

۱- محمد حسین الشیرازی، الفقہ (بیروت: دارالعلوم، ۱۹۸۸ء)، ۶۸۰: ۳۱۲؛

David Pearl and Werner Menski, *Muslim Family Law* (London: Sweet & Maxwell, 1998), 430.

2- John L. Esposito, *Women in Muslim Family Law* (Syracuse University Press, 1982), 38 ; Jamal J. Nasir, *Islamic Law of Personal Status* (London: Graham & Trotman, 1990), 156 ; David Peral, *A Text Book on Muslim Personal Law* (London: Croom Helm, 1987), 85 ; Tanzil-ur-Rehman, *A code of Muslim Personal Law* (Karachi: Islamic Publishers, 1978), 1: 690-692.

۳- منصور بن یونس بن ادریس البہوتی، کشاف القناع عن متن الإقناع (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء)، ۵۰؛

۱۵۶۵؛ علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دارالکتب العلمیہ،

۱۹۷۷ء)، ۵۰: ۱۷۲؛

Ziba Mir Hosseini, *Marriage on Trial: A Study of Islamic Family Law* (London: I.B. Taurus, 2000), 146.

اخراجات شامل ہوتے ہیں جو کہ والد بلوغت تک ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے۔^(۴) یہ نہ صرف مذہبی بلکہ ایک قانونی فریضہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں والد کو ماں اور بچے کو نفقہ دینے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ سورۃ البقرہ کی میں نفقہ کے لیے رزق اور کفۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔^(۵) جس سے مراد خوراک، لباس اور دوسرے ضروری اخراجات ہیں۔^(۶) اس موضوع پر متعدد احادیث بھی موجود ہیں۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب ایک مسلمان ثواب کی نیت سے اپنے خاندان پر کچھ خرچ کرتا ہے، اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔“^(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ ہند، جو عتبہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بیوی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ ابوسفیان کنجوس آدمی ہے مجھے اور میرے بیٹے پورا خرچ نہیں دیتا سوائے اس کے جو میں اس کے علم میں لائے بغیر لے لوں، کیا مجھے اس پر گناہ ہو گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اس کے مال میں سے اتنا لے لو جتنا تمہارے اور تمہارے بیٹے کے لیے کافی ہو۔^(۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا میرے پاس ایک دینار ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنی ذات پر خرچ کرو، اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، اپنے بچوں پر خرچ کرو، اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اس کو اپنے غلام / خادم پر خرچ کرو، اس نے کہا میرے پاس ایک اور

۴- فضل الرحمان ہلال عثمانی، اسلامی قانون: نکاح، طلاق، وراثت (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۹ء)، ۱۰۶؛ محمد یوسف موسیٰ، النسب و آثاره (قاہرہ: مہد الدراسات العربیہ العالیہ، ۱۹۵۸ء)، ۱۳۲؛ محمد مصطفیٰ ثلثی، أحكام الأسرة فی الإسلام (بیروت: دار النهضة العربیہ، ۱۹۷۳ء)، ۸۳۵۔

۵- ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (بچوں کی ماؤں کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق بچے کے والد پر لازم ہے۔) (القرآن ۲: ۲۳۳)۔

6- Abdual Rehman I. Doi, *Women in Shariah* (London: Ta-Ha Publisher), 108.

۷- محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (دمشق: دارالطوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، ۱: ۲۰۔

۸- ابن حجر العسقلانی، بلوغ المرام من أدلة الأحكام (گوجرانوالہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء)، ۷: ۷۸۳۔

دینار ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اب اس کے بارے میں تم خود بہتر جانتے ہو۔^(۹) مندرجہ بالا احادیث اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ بچے کا نفقہ والد پر فرض ہے۔

مسلمان فقہا اس امر پر متفق ہیں کہ اولاد کا نفقہ والد پر واجب ہے، لیکن جہاں تک اولاد کی اولاد کا تعلق ہے، اس پر فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اولاد اور اولاد کی اولاد سب کا نفقہ والد پر فرض ہوتا ہے، مالکیہ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک صرف اپنی اولاد کا نفقہ ہی والد پر فرض ہوتا ہے اولاد کی اولاد اس حق سے محروم ہے۔^(۱۰)

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مالی طور پر مضبوط شخص اپنے والدین اور ان کے والدین (اگر زندہ ہوں تو) کے نفقہ کا بھی ذمہ دار ہے۔ حنابلہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ نفقہ دینے والے اور لینے والے کا تعلق ایک ہی مذہب سے ہونا چاہیے، کیوں کہ دین میں اختلاف حق وراثت کو ختم کر دیتا ہے اور حق نفقہ کی بنیاد حق وراثت ہے۔ ظاہری فقہاء کی رائے ہے کہ جو شخص خوش حال ہو، وہ اپنے والدین اور ان کے والدین (اگر زندہ ہوں)، اولاد (اور اولاد کی اولاد)، بہن بھائی اور بیویوں کے نفقہ کا ذمہ دار ہے۔ یہ سب رشتے دار حق نفقہ میں برابر ہیں۔ حنفی فقہاء کے مطابق اولاد اور والدین کے علاوہ رشتے داروں کا نفقہ صرف اس صورت میں فرض ہو گا جب وہ ضرورت مند ہوں۔^(۱۱)

۱۰۲- نفقہ کی شرائط

والد پر نفقہ کے واجب ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے:

۹- ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، السنن الکبری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۹ء)، ۷: ۷۸۳-۷۸۵،

رقم: ۱۵۷۳۳۔

۱۰- الکاسانی، نفس مصدر، ۵: ۱۷۲۔

۱۱- وہبہ الزحیلی، الفقہ الإسلامی وأدلته (دمشق: دار الفکر، ۲۰۰۳ء)، ۱۰: ۷۴۱۱-۷۴۱۲؛ محمد جواد مغنیہ، الفقہ

على المذاهب الخمسة: الجعفري، الحنفي، المالكي، الشافعي، الحنبلي (بیروت: دار العلم للملایین،

۱۹۷۷ء)، ۳۰۰۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ بچہ مال دار نہ ہو۔ اگر بچہ مال دار ہو تو وہ اپنے نفقے کا خود ذمہ دار ہے۔^(۱۲) نفقے کا عمومی قانون یہ ہے کہ جب انسان اس کا مستحق یا ضرورت مند ہو یہ تب واجب ہوتا ہے۔ زوجہ کو اس عمومی قانون سے استثناء حاصل ہے کیوں کہ وہ نفقے کی ہر حالت میں مستحق ہوتی ہے چاہے مال دار ہے یا مفلس۔^(۱۳) حاجت یا ضرورت کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ وہ چیز جس کے بغیر انسان مشکل اور مشقت کا سامنا کرے، لیکن اس کا دین، زندگی، نسل، عقل اور مال خطرے میں نہ پڑیں۔^(۱۴) اگر بچہ ضرورت مند ہے تو نفقہ والد پر واجب ہو گا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک والدین اپنے نفقے کے لیے بھی تو اپنے بچے کی منقولہ جائے داد بیچنے کے اہل ہوتے ہیں، بہ شرطے کہ وہ موجود نہ ہو اور والدین ضرورت مند ہوں البتہ اس کے لیے عدالت کی اجازت درکار ہوگی۔^(۱۵) اگر والد نے عدالت کے حکم پر مال دار بچے کو نفقہ ادا کیا ہو اور بچہ مال دار ہو تو وہ اس رقم کی واپسی کا دعویٰ بھی کر سکتا ہے، لیکن عدالت کے حکم کے بغیر دیے گئے نفقے کی واپسی کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، سوائے اس کے کہ والد نے نفقے کی واپسی کا ارادہ کھلے لفظوں میں نفقہ دیتے وقت ظاہر کیا ہو اور گواہان بھی موجود ہوں۔^(۱۶) علامہ الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اگر والد اور بچہ دونوں مال دار ہوں تو والد کو چاہیے کہ وہ بچے کا نفقہ خود ادا

۱۲۔ ابو العباس احمد بن حمزہ الرملی، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۳ء)، ۷: ۲۱۸-۲۲۰؛ البہوتی، نفس مرجع، ۵: ۵۶۶، شبلی، نفس مرجع، ۸۳۳؛ زین الدین بن ابراہیم بن محمد النجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۷ء)، ۴: ۲۹۳؛ شیخ علی الخطیب، فقہ الطفل (بیروت: مؤسسة المعارف للطبوعات، ۲۰۰۲ء)، ۲۱۶؛ الکاسانی، مصدر سابق، ۵: ۱۸۰۔

۱۳۔ Nasir, Islamic Law, 170؛ فخر الدین حسن بن منصور از جندی الفرغانی، فتاویٰ قاضی خان (نیو دہلی: کتاب بھون، ۱۹۸۶ء)، ۱: ۳۲۸؛ موسیٰ، النسب، ۱۲۷-۱۲۹۔

۱۴۔ وہبہ الزحلی، مرجع سابق، ۵۰۰-۵۱۰؛

Luqman Zakariya, "Legal Maxims & Islamic Financial Transactions: A Case Study of Mortgage and the Dilemma for Muslim in Britain; Arab Law Quarterly", vol: 26 (3), (2012), 267-277.

۱۵۔ ابن النجیم، مرجع سابق، ۴: ۳۲۰-۳۲۱، شبلی، مرجع سابق، ۸۳۳-۸۳۴۔

۱۶۔ الفرغانی، فتاویٰ، ۳۲۷-۳۲۸؛ ابن النجیم، البحر الرائق، ۴: ۳۲۰-۳۲۱، شبلی، مرجع سابق، ۸۳۳؛ موسیٰ، مرجع

سابق، ۱۳۲-۱۳۳۔

کرے۔ بچے کا مال وہ صرف اس صورت میں خرچ کر سکتا ہے جب وہ صاحب حیثیت نہ ہو۔^(۱۷) کاسانی کی رائے مندرجہ بالا عمومی قانون سے متضاد نظر آتی ہے جس کے مطابق جو خود صاحب مال ہو وہ اپنے نفقے کا خود ذمہ دار ہے۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بوجہ کم عمری اور عدم استطاعت عمل، بچہ اپنے لیے خود کمانے کے قابل نہ ہو۔ یہ شرط صرف لڑکے کے لیے ہے۔ اگر لڑکا بالغ ہے لیکن کسی جسمانی نقص یا بیماری کے باعث کام کرنے اور کمانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو قطع نظر عمر کے اس کے نفقے کی ذمہ داری اس کے والد پر ہوگی، لیکن جو بالغ مرد کام کرنے اور کمانے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ اپنے نفقے کا خود ذمہ دار ہے۔^(۱۸) ایسا شخص جو کام کی استطاعت تو رکھتا ہو لیکن کام نہ کرنے کی وجہ سے حاجت مند ہو، تو اس کے بارے میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حنبلی فقہاء کے مطابق ایسے شخص کو کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور کوئی دوسرا اس کے نفقے کا ذمہ دار نہ ہوگا، لیکن اگر تو وہ روزی کمانا چاہتا ہے، لیکن اسے کام نہیں ملتا تو اس کے نفقے کا ذمہ دار اس کا والد ہوگا۔^(۱۹) حنفی اور شافعی فقہاء کے مطابق اس صورت حال میں بیٹے کے نفقے کا ذمہ دار والد ہوگا، کیوں کہ والدین اور اولاد کے درمیان ”کام کرنے کے قابل نہ ہونا“ نفقے کے وجوب کی شرط نہیں ہے، لیکن دوسرے رشتے داروں کے لیے ”کام کرنے کے قابل نہ ہونا“ نفقے کے وجوب کی شرط ہے۔ مالکی فقہاء کے نزدیک ایسا شخص چوں کہ روزی کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے لہذا اپنے نفقے کا خود ذمہ دار ہوگا۔ جہاں تک بیٹی کا تعلق ہے، اس کے نفقے کی ذمہ داری اس کی شادی تک اس کے والد پر ہوگی۔ مالکیوں کے نزدیک قطع نظر عمر کے لڑکی کے بارے میں یہی سمجھا جائے گا کہ وہ روزی کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ دوسرے فقہاء کے نزدیک اگر لڑکی صاحب مال نہ ہو تو اس کا نفقہ والد پر واجب ہوگا، لیکن اگر وہ صاحب مال ہو تو وہ اپنے نفقے کی خود ذمہ دار ہے۔ ایک بالغ لڑکا یا لڑکی نفقے کے حق دار سمجھے جائیں گے، اگر وہ حصول علم میں کوشاں ہوں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جس علم کے حصول میں وہ مصروف ہیں وہ تعلیمات اسلام کے منافی نہ ہو۔^(۲۰) کمانے کی استطاعت رکھنے مگر کام نہ

۱۷۔ الکاسانی، مرجع سابق، ۵: ۱۸۲۔

۱۸۔ محمد امین بن عابدین، حاشیہ رد المختار علی الدر المختار (دمشق: دار الثقافة والتراث، ۲۰۰۰ء)، ۱۰: ۶۱۰؛

الجبوتی، مکشاف القناع، ۵: ۵۶۶؛ الفرغانی، مرجع سابق، ۱: ۳۲۲؛ الرطبی، نہایۃ المحتاج، ۷: ۲۱۸۔

۱۹۔ البجوتی، مرجع سابق، ۵۶۵-۵۶۷۔

۲۰۔ الفرغانی، مرجع سابق، ۱: ۳۲۲؛ شبلی، مرجع سابق، ۸۳۳-۸۳۴۔

کرنے والے لڑکے کو والد روزی کمانے پر مجبور کر سکتا ہے، البتہ طالب علم بیٹے اور بیٹی کو کمانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔^(۲۱)

فقہا متفق ہیں کہ والد اپنے بیٹے کے نفقہ کا ذمہ دار اس کی بلوغت تک ہوتا ہے، لیکن بیٹی کے نفقہ کا ذمہ دار وہ تب تک ہو گا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور اس کی شادی نہ ہو جائے۔ شادی کے بعد اس لڑکی کے نفقہ کا ذمہ داری اس کے شوہر ہو گا طلاق یا بیوگی کی صورت میں اس کا والد ایک دفعہ پھر اس کے نفقہ کا ذمہ دار بن جائے گا۔ جیسا کہ اوپر دی گئی سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ والد اپنی بیٹی کو کمانے پر مجبور نہیں کر سکتا لیکن اگر بیٹی کا کوئی ذریعہ آمدن ہو تو وہ اپنے نفقہ کی خود ذمہ دار ہوگی۔^(۲۲)

۳۔ نفقہ کے وجوب کی تیسری شرط یہ ہے کہ والد صاحب مال ہو اور نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس شرط پر تمام فقہا کا اتفاق ہے سوائے احناف کے؛ حنفی فقہا کے نزدیک صاحب مال ہونا دیگر رشتے داروں کے نفقہ کے واجب ہونے کی شرط تو ہے لیکن والدین اور اولاد کے نفقہ کے وجوب کی شرط نہیں ہے۔ اگر والد کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہو تو یہ نفقہ کے وجوب کے لیے کافی تصور ہوگا۔^(۲۳) والد اگر چاہے تو بچوں کے نفقہ کے لیے قرض بھی لے سکتا ہے۔^(۲۴) اگر والد کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر کام نہ کرتا ہو تو قاضی اسے قید میں بھی رکھ سکتا، تاوقتے کہ وہ کام کرنے پر راضی ہو جائے۔^(۲۵)

احناف کے علاوہ باقی فقہا کے مطابق اگر والد مال دار تو نہیں لیکن کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ ان کے ہاں کام نہ کرنے کی صورت میں نفقہ کی ذمہ داری قریب ترین رشتے دار پر عائد نہیں ہوگی کیوں کہ والد نہ صرف زندہ ہے بلکہ کام کی استطاعت بھی رکھتا ہے۔ اگر کوئی اور رشتے دار

۲۱۔ مغنیہ، الفقہ علی المذاب الخمسة، ۴۰۱-۴۰۲؛ الزحلی، الفقہ الاسلامی، ۱۰: ۴۱۳-۴۱۴؛ Nasir،

- Islamic Law, 173

۲۲۔ نفس مرجع؛ الرملی، نہایۃ المحتاج، ۷: ۲۱۹؛

Burhan-al-Din Abi al-Hasan al-Marghinani, Hedaya: Commentary on the Islamic Law (Tr. Charles Hamilton) (New Delhi: Kitab Bhavan, 1870), 147.

۲۳۔ الکاسانی، مرجع سابق، ۵: ۱۸۷؛ موسیٰ، مرجع سابق، ۱۳۴-۱۳۵۔

۲۴۔ موسیٰ، مرجع سابق، ۱۳۴-۱۳۵۔

۲۵۔ ابن النعیم، مرجع سابق، ۳: ۳۴۱؛ الزحلی، الفقہ الاسلامی وادلته، ۴۱۲۔

ایسے بچے پر خرچ کرے گا تو یہ والد پر قرض تصور ہوگا، لیکن اگر والد مستقل طور پر کام کرنے کے قابل نہ ہو تو اسے فوت شدہ تصور کیا جائے گا اور نفقہ کی ذمہ داری قریب ترین رشتے دار پر ڈال دی جائے گی اور یہ والد پر قرض تصور نہ کیا جائے گا۔^(۲۶)

فقہانے ”مضبوط معاشی صورت حال“ یا والد کے صاحب مال ہونے کے لیے ”یسار“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یسار کی مختلف فقہانے مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یسار سے مراد ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب ہو، یعنی زکوٰۃ اس پر واجب ہو اور وہ صدقے کا مستحق نہ ہو۔^(۲۷)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ایسے شخص کے پاس اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ایک مہینے کا نفقہ موجود ہو،^(۲۸) اگر وہ شخص ان شرائط کو پورا نہ کر سکتا ہو تو مالی طور پر کم زور تصور کیا جائے گا اور بچے کے نفقہ کی ذمہ داری دوسرے صاحب استطاعت رشتے داروں کو منتقل ہو جائے گی۔ ایک اور شرط نفقہ کے وجوب کی یہ ہے کہ والدین آزاد ہوں، غلام نہ ہوں، کیوں کہ غلام کے نفقہ کے لیے اس کا آقا ذمہ دار ہوتا ہے۔^(۲۹)

احناف کے نزدیک، اگر بچہ اور والد دونوں معاشی طور پر کم زور ہوں اور نفقہ کی استطاعت نہ رکھتے ہو تو عدالت والدہ کو یہ ذمہ داری سونپ سکتی ہے۔ والدہ بھی نفقہ کے لیے قرض لینے کی مجاز ہے۔ اگر والد مستقبل میں کام کرنے کے قابل ہو جائے یا معاشی طور پر مستحکم ہو جائے تو وہ والدہ کو قرض کی رقم لوٹانے کا پابند ہوگا۔ اگر والد غائب یا غیر حاضر ہو اور اولاد کے لیے نفقہ نہ چھوڑ کر گیا ہو تو یہی قاعدہ لاگو کیا جائے گا۔^(۳۰)

حنبلی فقہا کے نزدیک نفقہ دینے اور لینے والے کا تعلق ایک مذہب سے ہونا ضروری ہے، کیوں کہ حق نفقہ حق وراثت کی بنیاد پر دیا جاتا ہے اور مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے پر حق وراثت نہیں رکھتے، اس

۲۶۔ ابن عابدین، حاشیہ، ۱۰: ۶۰۴-۶۰۵؛ الفرغانی، مرجع سابق، ۱: ۳۲۸۔

۲۷۔ الکاسانی، مصدر سابق، ۵: ۱۸۶۔

۲۸۔ نفس مرجع۔

۲۹۔ ابن عابدین، حاشیہ، ۱۰: ۶۰۰-۶۰۴۔

۳۰۔ الفرغانی، فتاویٰ، ۱: ۳۲۵-۳۲۷۔

لیے ان کا حق نفقہ بھی ثابت نہیں ہو گا۔ حنبلی فقہاء دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل آیت کا حوالہ دیتے ہیں:

﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾^(۳۱) (اور بچے کے وارث کے ذمہ بھی اسی طرح نفقہ ہے جیسا والد کے ذمہ تھا۔)

شوافع اور مالکیہ کے نزدیک ایک مذہب سے ہونا نفقہ کے وجوب کی شرط نہیں ہے۔ یہ شرط نہ تو اولاد اور نہ ہی زوجہ کے نفقہ کے لیے ہے۔ زوجہ اگر غیر مذہب سے بھی ہو تو شوہر اس کو نفقہ دینے کا پابند ہوتا ہے۔ حنفیوں کے نزدیک یہ شرط اولاد اور والدین کے نفقہ کے لیے نہیں ہے، لیکن دیگر رشتے داروں کے نفقہ کے وجوب کے لیے ضروری ہے۔ ان جمہور فقہاء کی دلیل آیت کا یہ حصہ ہے۔^(۳۲)

”اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہو گا۔“^(۳۳)

ان کی دلیل ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مذہب کا ذکر نہیں ہے، لہذا اس کو شرط نہیں بنایا جاسکتا۔ ان کے نزدیک نفقہ کی بنیاد نسب ہے، مذہب نہیں ہے۔

۱۰۳۔ نفقہ کی ذمہ داری

جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ بچے کے نفقہ کا ذمہ دار اس کا والد ہوتا ہے؛ (یہ قاعدہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔) چاہے بچہ والدہ یا کسی اور کی حضانت میں ہو، اگر والدہ بچے پر خرچ کرے گی تو وہ بھی ثواب کی مستحق ہوگی۔^(۳۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں ابو سلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا ثواب کی مستحق ہوں گی؟ میں انھیں فقیروں کی طرح بھوک اور ضرورت کے لیے بھگتا نہیں دیکھ سکتی۔ آخر وہ میرے بیٹے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہاں تم ان پر جو بھی خرچ کرو گی ثواب پاؤ گی۔“^(۳۵)

۳۱۔ القرآن ۲: ۲۳۳۔

۳۲۔ البہوتی، کشاف القناع، ۵: ۵۶۹-۵۶۶؛ ابن النجیم، البحر الرائق، ۴: ۳۵۲-۳۵۳؛ الرحلی، الفقہ الاسلامی و

ادلہ، ۱۰: ۷۴۱۵؛ مرغینانی، المہدایۃ، ۱۴۶-۱۳۷۔

۳۳۔ القرآن ۲: ۲۳۳۔

۳۴۔ ابن النجیم، البحر الرائق، ۴: ۳۳۰-۳۳۱؛ الکاسانی، بدائع الصنائع، ۵: ۱۷۲۔

۳۵۔ البیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۷۸۵۔

حنفی فقہاء کے نزدیک والد کی وفات کی صورت میں والد کے ورثا اپنے حق وراثت کے مطابق نفقہ دینے کے ذمے دار ہوں گے۔ اگر ورثا موجود نہ ہوں تو قریب ترین رشتے دار پر یہ ذمے داری عائد ہوگی۔ اگر والدہ زندہ ہو اور نفقہ کی استطاعت رکھتی ہو تو نفقہ کی ذمے داری اس پر عائد ہوگی۔^(۳۶)

مالکی فقہاء اس بات سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک نفقہ صرف والد کی ذمے داری ہے یہ ذمے داری کسی اور رشتے دار پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ وہ ایک دینار والی حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں ایک ہے مالکیوں کے نزدیک اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کو صرف اپنے خاندان، اولاد اور خادم پر خرچ کرنے کو کہا کسی رشتے دار کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس بنیاد پر نفقہ کا حق صرف اولاد، والدین اور غلاموں کا ہوتا ہے۔ دیگر رشتے دار اس حق سے محروم ہیں۔^(۳۷)

شافعی فقہاء کے نزدیک والد کی غیر موجودگی یا عدم استطاعت کی صورت میں والدہ اپنی اولاد اور ان کی اولاد (اگر ہو تو) کے لیے ذمے دار تصور کی جائے گی اور ان کی رائے سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ پر مبنی ہے۔^(۳۸) حنبلی فقہاء کے نزدیک ورثا اپنے حق وراثت کے مطابق نفقہ دینے کے پابند ہوں گے۔ مثال کے طور پر اگر بچے کی والدہ اور دادا زندہ ہیں تو والدہ ثلث (۱/۳) اور باقی نفقہ کے لیے دادا ذمے دار ہوگا۔ دیگر فقہاء اس نقطے پر حنا بلہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔^(۳۹) جمہور فقہاء کے ہاں حق نفقہ کی بنیاد قربت داری پر ہے۔ نفقہ قریب ترین رشتے دار پر فرض ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر بچے کے بہن بھائی ہیں تو وہ نفقے میں برابر حصہ ڈالیں گے کیوں کہ ان کا بچے سے رشتہ برابر ہے، حالاں کہ وراثت کے قانون کے مطابق بھائی کا حصہ بہن سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان فقہاء کے نزدیک اگر قریبی رشتے دار زندہ ہو تو دور کے رشتے پر نفقہ فرض نہیں کیا جاسکتا، سوائے اس کے کہ وہ قریبی رشتے دار معاشی طور پر نفقہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اس صورت میں نفقہ کی ذمے داری بیت المال (ریاست) پر ہوگی۔^(۴۰)

۳۶۔ ابن عابدین، حاشیہ، ۱۰: ۶۰۴-۶۰۶۔

۳۷۔ الزحلی، الفقہ الاسلامی و أدلتہ، ۱۰: ۷۴۱۶؛ ابن النجیم، البحر الرائق، ۴: ۳۳۵۔

۳۸۔ نفس مرجع۔

۳۹۔ الزحلی، الفقہ الاسلامی و أدلتہ، ۱۰: ۷۴۱۶؛ مغنی، الفقہ، ۴: ۴۰۵۔

۴۰۔ موسیٰ، النسب، ۱۳۲-۱۳۳؛ ثبلی، الاحکام الأسرة، ۸۳۴۔

اگر نفقہ والد کے بجائے کسی اور نے ادا کیا ہو تو وہ والد پر قرض تصور ہوگا، لیکن اگر والد کی معاشی صورت حال میں بہتری نہیں آئی تو اس سے اس قرض کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ والدہ کے پاس یہ اختیار ہے کہ وہ بچے کے نفقہ کے لیے عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ عدالت والد کی معاشی صورت حال اور دیگر ذمے داریوں کو دیکھتے ہوئے نفقہ کا تعین کرے گی۔ ایسی صورت میں اگر والد نفقہ نہیں دیتا تو عدالت اسے قید میں بھی ڈال سکتی ہے۔^(۳۱)

جہور فقہا (سوائے مالکیہ) کے نزدیک زمانہ ماضی کے لیے نفقہ نہیں مانگا جاسکتا۔ نفقہ کی بنیاد ضرورت و حاجت پر ہے۔ جو وقت گزر گیا نفقہ کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، لیکن مالکی فقہاء کے نزدیک عدالت زمانہ ماضی کے نفقہ کا حکم بھی دے سکتی ہے۔^(۳۲)

لقیط یا لاوارث بچے کے نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر عائد ہوتی ہے۔ اگر لقیط کا ولی اس پر خرچ کرتا ہے تو وہ بیت المال سے اس خرچ کی ادائیگی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں اس رقم کو لقیط پر قرض تصور کیا جائے گا جو وہ بلوغت پر ولی کو ادا کرنے کا مجاز ہوگا۔ اگر لقیط کے ساتھ کوئی قیمتی اشیاء بھی ملیں تو انہیں بچہ لقیط کے نفقہ کے اخراجات ادا کیے جاسکتے ہیں۔ یہ شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے ہے۔^(۳۳)

۱۰۴۔ نفقہ اولاد کی مد میں شامل اخراجات

اسلامی قانون کے مطابق نفقہ میں مندرجہ ذیل اخراجات شامل ہوں گے: رضاعت کے اخراجات، حضانت کے اخراجات، روزہ مرہ کی ضروریات، رہائش کا خرچ (جہاں بچہ والدہ کے ساتھ رہائش پذیر ہے)، خادمہ کا خرچ اگر بچے کو خادمہ کی ضرورت ہو۔ مالکیوں کے نزدیک والد خادمہ کے خرچ کا ذمہ دار نہیں ہے۔

۱۔ رضاعت کے اخراجات

رضاعت کے اخراجات ادا کرنے کا ذمہ دار والد ہے۔^(۳۴) اگر والدہ خود بچے کو دودھ پلاتی ہو تو اس صورت میں فقہاء کے ہاں رضاعت کے اخراجات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک

۳۱۔ الفرائی، نفس مرجع، ۱: ۳۲۵۔

۳۲۔ موسیٰ، نفس مرجع، ۱۲۷-۱۲۹۔

۳۳۔ ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، المغنی و الشرح الکبیر علی متن المتنع فی فقہ امام احمد بن حنبل (بیرت:

دار الفکر، ۱۹۸۳ء)، ۶: ۴۰۷-۴۰۸؛ شبلی، نفس مرجع، ۱۲۷۔

۳۴۔ البہوتی، نفس مرجع، ۵: ۵۷۱؛ ابن نجیم، نفس مرجع، ۴: ۳۲۲-۳۲۳۔

والدہ شادی اور طلاق رجعی کی عدت کے دوران رضاعت کے خرچ کی حق دار نہیں ہے کیوں کہ شادی اور طلاق رجعی کی عدت کے دوران شوہر نفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس لیے وہ رضاعت کے لیے اضافی خرچ دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ طلاق بائن کے بعد والد رضاعت کی اجرت دینے کا پابند ہوگا۔ مالکی فقہا ویسے تو دیگر فقہا سے اتفاق کرتے ہیں، لیکن ایک بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ اگر والدہ کا تعلق کسی ایسے گھرانے سے ہو جن ہاں رضاعت کا رواج نہ ہو، تو اس صورت میں رضاعت کے لیے والد کسی کو اجرت پر رکھنے کا پابند ہوگا۔^(۳۵)

جہاں تک رضاعت کی اجرت کی مقدار کے تعین کا معاملہ ہے تو والدین باہمی اتفاق سے بھی مقدار کا تعین کر سکتے ہیں۔ نزاع کی صورت میں والدہ کی معاشی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اس مقدار کا تعین کیا جائے گا۔ اگر والدہ اجرت کا مطالبہ کرے اور کوئی دوسری عورت کم اجرت یا بغیر اجرت رضاعت پر راضی ہو تو حنفی اور شافعی فقہا کے نزدیک اس عورت کو ترجیح دی جائے گی جب کہ حنبلی اور مالکی فقہا کے مطابق والدہ کو اجرت پر رکھ لیا جائے گا۔ رضاعت کی اجرت کی مقدار کا تعین کرنے سے پہلے عدالت اس خاندان کی دوسری خواتین کو دی گئی اجرت کا موازنہ کرے گی۔ رضاعت کی اجرت زیادہ سے زیادہ دو سال کے لیے دی جاسکتی ہے اس پر اجماع ہے۔ اگر والدہ یا کوئی رضاعی ماں دو سال کے بعد دودھ پلاتی ہے، تو وہ اس کے لیے اجرت کی حق دار نہ ہوگی۔ اگر والد کا رضاعت کی اجرت ادا کرنے سے پہلے انتقال ہو جائے تو یہ قرض تصور ہوگا اور والد کے ترکے سے لیا جائے گا۔^(۳۶)

ب۔ حضانت کے اخراجات

والد بچے کی حضانت کے اخراجات ادا کرنے کا بھی پابند ہے۔ حنفی فقہا کے نزدیک شادی کے دوران والدہ حضانت کے اخراجات کا مطالبہ نہیں کر سکتی، کیوں کہ وہ شوہر سے پہلے ہی نفقہ لینے کی حق دار ہوتی ہے۔ یہی صورت حال ایک ایسی عورت کی ہے جو طلاق رجعی کے بعد عدت میں ہو۔ نفقہ اور حضانت کی اجرت اکٹھے نہیں ہو سکتے، لیکن اگر عورت نفقہ کی حق دار نہیں (جیسے کہ طلاق بائن یا بیوگی کی عدت میں یا عدت گزرنے کے بعد) تو وہ اجرت طلب کر سکتی ہے، لیکن اگر والدہ کے اجرت کی حق دار نہ ہونے کے باوجود طر فین میں اجرت دینے کا معاہدہ طے پایا جائے تو وہ اجرت طلب کرنے کے لیے عدالت کا رخ کر سکتی ہے۔^(۳۷)

۳۵۔ الزحلی، الفقہ الاسلامی، ۱۰: ۷۲۷-۷۲۸؛ شبلی، نفس مرجع، ۷۱۹۔

۳۶۔ نفس مرجع۔

۳۷۔ ابن عابدین، حاشیہ، ۱۰: ۳۴۳-۳۴۵؛ شبلی، نفس مرجع، ۷۱۷: ۱۸۱۔ Nasir, Islamic Law,

اگر حاضنہ والدہ کے بجائے کوئی اور عورت ہو تو تمام فقہاء کے نزدیک وہ اجرت لینے کی اہل ہوگی، سوائے اس کے کہ وہ خود اجرت لینے سے انکار کر دے۔ زمانہ ماضی کے لیے حضانت کی اجرت طلب نہیں کی جاسکتی۔^(۴۸)

جمہور فقہاء (سوائے احناف کے) کے نزدیک والدہ حضانت کی اجرت طلب نہیں کر سکتی، لیکن اگر اسے خادمہ کی ضرورت ہو تو والد خادمہ کو تنخواہ ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ اگر حاضنہ اجرت طلب کیے بغیر حضانت کی ذمہ داری والد حاضنہ کی رہائش کے بندوبست کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

حنفی فقہاء کے نزدیک اگر والدہ اجرت طلب کر رہی ہو اور کوئی اور خاتون رضا کارانہ طور پر یہ خدمت انجام دینے پر آمادہ ہو تو اس کو صرف دو شرائط پر والدہ پر ترجیح دی جاسکتی ہے: اول یہ کہ وہ خاتون بچے کی محرم رشتہ دار ہو۔^(۴۹) دوم یہ کہ والدہ کی اجرت بچے کے مال میں سے دی جائے گی، جب کہ والد اجرت دینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اگر یہ شرائط پوری ہوں تو ایک رضا کار کو والدہ پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ اگر حضانت کے لیے کوئی رضا کار موجود نہیں ہے اور والد اجرت دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تو والدہ کو حضانت کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں اجرت والد پر قرض تصور ہوگی جو وہ معاشی صورت حال بہتر ہونے پر ادا کرے گا۔ والد کی موت کی صورت میں یہ اجرت والد کے ترکے میں سے دی جائے گی۔^(۵۰)

حضانت اور رضاعت کے لیے رضا کار خاتون کے حوالے سے چند بنیادی فرق ہیں۔ رضاعت کے لیے رضا کار خاتون کو والدہ پر فوقیت دی جاسکتی ہے قطع نظر کے اس بات کہ وہ خاتون بچے کی محرم رشتہ دار ہے یا نہیں۔ کیوں کہ رضاعت سے بذات خود بچے اور رضاعی ماں میں محرم رشتہ پیدا ہو جاتا ہے، جب کہ حضانت کا معاملہ برعکس ہے۔ حضانت میں رضا کار خاتون کو والدہ پر فوقیت نہیں دی جاسکتی، جب تک کہ وہ بچے کی محرم رشتہ دار نہ ہو، کیوں کہ جو محبت و شفقت والدہ دے سکتی ہے، اس کی توقع اجنبی خاتون سے نہیں کی جاسکتی۔ حضانت صرف ایسی عورت کو دی جاسکتی ہے جو بچے کے لیے محبت و شفقت رکھتی ہو۔^(۵۱)

۴۸۔ نفس مرجع۔

۴۹۔ شبلی، نفس مرجع، ۴۹-۵۱؛ موسیٰ، مرجع سابق، ۵۳-۵۴۔

۵۰۔ نفس مرجع۔

۵۱۔ نفس مرجع۔

مالکی فقہ کے مطابق حاضنہ اجرت کی حق دار نہیں چاہے وہ والدہ ہو یا کوئی اور۔ والدہ حاجت مند ہے تو وہ بچے کے مال میں سے نفقہ لے سکتی ہے، لیکن اجرت نہیں۔ حضانت کی اجرت بچے کے مال میں سے ادا کی جائے گی لیکن اگر بچہ صاحب مال نہ ہو تو والد ادا کرے گا۔ اگر والد ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو یہ اس پر قرض تصور ہوگا۔ اگر والد موجود نہیں ہے تو جو بھی شخص نفقہ کا ذمے دار ہے، وہی رضاعت اور حضانت کی اجرت دینے کا بھی ذمے دار ہوگا۔ اگر حاضنہ کا انتقال ہو جائے تو اس کے ورثا اجرت طلب کر سکتے ہیں۔^(۵۲)

۱۰۵۔ والدین کا حق نفقہ

اسلامی قانون کے مطابق جس طرح والدین اولاد کے نفقہ کے ذمے دار ہیں اسی طرح اولاد والدین کے نفقہ کی ذمے دار ہے۔ کوئی اور رشتے دار اس ذمے داری میں حصہ ڈالنے کا پابند نہیں۔ ہر شخص اپنے والدین اور ان کے والدین (اگر زندہ ہوں) کے خرچ کا ذمے دار ہے۔ اگر معاشی صورت حال کے پیش نظر بیٹا والدین میں سے صرف ایک کو خرچ دے سکتا ہے تو حنفیوں کے نزدیک وہ ماں کو خرچ دینے کا پابند ہوگا۔ جب کہ والدین اپنا خرچ خود اٹھانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، لیکن کام کرنے یا کمانے کی عدم استطاعت کی شرط نہیں ہوگی کیوں کہ اللہ نے اولاد کو والد سے حسن سلوک کی ہدایت کی ہے۔^(۵۳) اس کے بارے میں متعدد آیات قرآن کریم میں موجود ہیں۔^(۵۴) اگر والدین کام کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں، لیکن کام نہ کرتے ہوں تو بھی وہ اولاد سے نفقہ طلب کرنے کے مجاز ہوں گے۔ اولاد اگر صاحب مال نہ ہو اور کام کرنے پر قادر ہو تو وہ والدین کو نفقہ دینے کی مجاز ہوگی۔^(۵۵) والدین کا نفقہ اولاد پر فرض ہے کیوں کہ والدین کا اولاد پر حق اس حدیث سے ثابت ہے۔ ”تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔“^(۵۶)

اگر اولاد زیادہ ہو تو والدین کا خرچ اس بچے پر فرض ہوگا جو ان پر خرچ کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اگر تمام اولاد معاشی طور پر مستحکم ہو تو حنبلی فقہاء کے مطابق وہ سب اپنے حق وراثت کے مطابق ان پر خرچ

۵۲۔ الخطیب، فقہ الطفل، ۲۱۰۔

۵۳۔ المغنیانی، الہدایۃ، ۱۳۷: ۱۳۹؛ الفرغانی، فتاویٰ، ۳۲۸-۳۲۹؛ الکاسانی، بدائع، ۱۶۷-۱۷۲۔

۵۴۔ القرآن ۲۹: ۸؛ ۳۱: ۱۴؛ ۱۷: ۲۳-۲۴۔

۵۵۔ شبلی، نفس مرجم، ۸۳۳-۸۳۴۔

۵۶۔ ابی عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ، سنن ابی ماجہ (ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء)، ۲۶۱۲۔

کرنے کے ذمے دار ہوں گے۔ مالکی فقہاء کے نزدیک اولاد کی معاشی حالت کے مطابق نفقہ کی ذمے داری کا تعین ہو گا۔ اگر کوئی ایک نسبتاً زیادہ مال دار ہے تو وہ زیادہ حصہ ڈالے گا۔ حنفی فقہاء کے نزدیک تمام اولاد برابر ذمے دار ہوگی اور کسی کا بھی حصہ دوسرے سے زیادہ نہ ہو گا۔ اگر بیٹی صاحب مال ہو یا اس کا کوئی ذریعہ آمدن ہو تو وہ بھی بیٹوں کے ساتھ ذمے دار تصور ہوگی۔ اگر اولاد اور اولاد کی اولاد دونوں موجود ہوں تو اولاد والدین کے نفقہ کی ذمے دار ہوگی کیوں کہ ان کا رشتہ زیادہ قریب ہے۔^(۵۷)

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اگر بیٹا غیر حاضر ہے تو والدین اس کے مال میں سے نفقہ لینے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو بیٹی کی منقولہ جائے داد بیچنے کا اختیار بھی رکھتے ہیں لیکن وہ غیر منقولہ جائے داد نہیں بیچ سکتے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہاں اپنے شیخ سے اختلاف کرتے ہیں اور ان کے نزدیک والدین کو منقولہ و غیر منقولہ جائے داد بیچنے کی اجازت نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک والدین ماضی کا نفقہ طلب نہیں کر سکتے کیوں کہ نفقہ کی حاجت پوری ہو چکی، لیکن مالکی فقہاء کے نزدیک عدالت اگر چاہے تو ماضی کے نفقہ کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہے۔ احناف کے نزدیک اگر والدین عدالت سے رجوع کریں اور عدالت انہیں اپنے خرچ کے لیے قرض لینے کی اجازت دے تو اس قرض کی واپسی کا ذمہ دار بیٹا ہو گا۔ جہاں تک اشتراک مذہب کا تعلق ہے تو حنابلہ والدین اور اولاد دونوں کے نفقہ میں اس شرط کے قائل ہیں۔

والدین کے نفقہ میں ان کے تمام بنیادی اخراجات، خوراک، لباس اور رہائش شامل ہیں۔ اگر والدین کو خادم کی ضرورت ہو تو وہ بھی نفقہ میں شامل قرار پائے گا۔^(۵۸)

حنفی فقہ کے مطابق رشتہ دار بھی نفقہ کے اہل ہو سکتے ہیں، اگر وہ خود اپنا خرچ اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتے بہ شرطے کہ نفقہ اٹھانے والا ان لوگوں کا خرچ اٹھانے کی استطاعت و اہلیت رکھتا ہو۔ باقی فقہاء رشتہ داروں کو ہنق نہیں دیتے۔^(۵۹) اسلامی قانون اولاد کے نان نفقہ کے بارے میں مفصل قوانین مہیا کرتا ہے اور اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ کسی بھی صورت میں بچوں کے حقوق پر زدن نہ پڑے۔ والد، اولاد کے نفقہ کا ذمے

۵۷۔ شبلی، نفس مرجع، ۸۳۳-۸۳۵؛ الرملی، نہایۃ المحتاج، ۷: ۲۲۳، المرغینانی، نفس مرجع، ۱۳۷-۱۳۹؛ موسیٰ، نفس

مرجع، ۱۲۷-۱۲۹۔

۵۸۔ البہوتی، نفس مرجع، ۵: ۵۶۶-۵۶۹؛ ابن نجیم، نفس مرجع، ۳: ۳۵۲-۳۵۳۔

۵۹۔ المرغینانی، نفس مرجع، ۱۳۶۔

دار ہے، لیکن اس کی عدم موجودگی یا عدم استطاعت کی صورت میں قریب ترین رشتے دار پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر بچہ لا وارث ہو تو یہ ذمہ داری ریاست اور بیت المال پر عائد ہوتی ہے۔

۲- اولاد کا حق نفقہ پاکستانی قانون کی نظر میں

جہاں اسلامی قانون اولاد کے حق نفقہ کے بارے میں تفصیلی قوانین مہیا کرتا ہے، وہیں پاکستانی قانون اس حق کے بارے میں خاموش ہے۔ سنہ ۱۹۸۱ء سے پہلے اولاد کے حق نفقہ کے بارے میں فوج دہری قانون Criminal Procedure Code کی شق ۴۹۰-۴۸۸ میں قانون موجود تھا۔ اس قانون کے مطابق ایک شخص کو اپنی بیویوں اور بچوں کے نفقہ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔ نفقہ کی ماہانہ مقدار ۴۰۰ روپے مقرر کی گئی تھی اور نفقہ ادا نہ کرنے کی صورت میں قید کی سزا مقرر تھی۔ قابل اعتراض بات اس قانون میں یہ تھی کہ والد کو نہ صرف جائز بلکہ ناجائز بچوں کے نفقہ کا بھی ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔ یہ قانون اسلامی قانون سے متضاد تھا کیوں کہ اسلامی قانون کے مطابق ایک شخص اپنے جائز بچوں کے نفقہ کا ذمہ دار تو ہوتا ہے لیکن ناجائز بچوں کے لیے وہ ذمہ دار نہیں ہوتا۔^(۶۰) ۱۹۸۱ء میں اس قانون کو منسوخ کر دیا گیا لیکن اس کی جگہ کوئی اور قانون نہیں بنایا گیا۔ اب پاکستان میں اعلیٰ عدلیہ کے فیصلے ہی اولاد کے حق نفقہ سے متعلق قوانین جاننے کا واحد ذریعہ ہیں۔

اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں پر نگاہ دوڑائی جائے تو پتا چلتا ہے کہ اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری یہاں بھی والد پر ہی عائد ہوتی ہے۔^(۶۱) نفقہ سے مراد خوراک، لباس، رہائش اور دوسرے ضروری اخراجات ہیں جو بچے کے معقول طرز زندگی کے لیے ضروری ہوں۔^(۶۲)

کسی قانون کی عدم موجودگی میں عدالتیں نفقہ کے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں وسیع اختیارات رکھتی ہیں۔ اس وسیع اختیار کے استعمال کے نتیجے میں بسا اوقات متضاد فیصلے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ پاکستانی قانون میں بھی نفقہ کے والد پر فرض ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ بچہ ضرورت مند ہو اور اپنا نفقہ خود اٹھانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔^(۶۳) والد پر اولاد کا نفقہ اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ خود کمانے کی استطاعت

60- See Mudrasa Sabreen, Paratage; "A comparative study of Islamic and Pakistani Law", Fratiers of Legal Research, Vol:1 (2), 2013, 21-36.

۶۱- عمارہ خان بنام سلطانہ، PLD, 1954, Peshawar, 13، رزاق بنام محمود، 1992 CLC5

۶۲- مقصود احمد سہیل بنام عابدہ حنیف، 219 MLD-1992

۶۳- غلام فاطمہ بنام محمد بشیر، ۵۹۶، PLD ۱۹۵۸، Lahore

نہ رکھتا ہو۔ اس مقصد کے لیے عدالت اس بچے کی خاندانی حیثیت اور رسم و رواج کو دیکھ کر عمر کا تعین کرے گی۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو والد بچے کے تعلیمی اخراجات کا بار اٹھانے کا پابند ہے لیکن اگر بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہے تو والد اس کا خرچ اٹھانے کا پابند نہیں ہوگا۔^(۶۳) عدالت کی یہ سوچ اسلامی قانون سے مطابقت رکھتی ہے۔

پاکستانی عدالتیں زوجہ کے حق نفقہ اور اولاد کے حق نفقہ میں فرق کرتی ہیں۔ مقدمہ مسماۃ رضیہ بیگم بنام غلام رسول میں عدالت عالیہ لاہور نے یہ فیصلہ دیا کہ والد اگر مضبوط مالی حیثیت نہیں رکھتا، مگر کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس پر اولاد کا نفقہ واجب ہوگا۔^(۶۵) والد کی خراب معاشی صورت حال سے اولاد کا حق نفقہ ساقط نہیں ہوگا، تاوقتے کہ والد کام کرنے اور کمانے کی صلاحیت و استطاعت رکھتا ہو۔^(۶۶) عدالت کی یہ رائے حنفی نقطہ نظر کے مطابق ہے جو کہ نہ صرف والد کی معاشی صورت حال بلکہ اس کے کام کرنے اور کمانے کی صلاحیت کو بھی مد نظر رکھتا ہے۔

اگر بچہ والدہ کی حضانت میں ہو تب بھی اس کا نفقہ والد پر ہی واجب ہوگا۔^(۶۷) اس پر متعدد عدالتی فیصلے موجود ہیں،^(۶۸) لیکن اگر والدہ کی موت کے باعث بچے کا حق حضانت ختم ہو جائے لیکن پھر بھی ننھیال والے بچے کو باپ کے سپرد کرنے پر راضی نہ ہوں تو بچے کا حق نفقہ ختم ہو جائے گا۔^(۶۹)

عدالتیں نفقہ کی مقدار کا تعین والد کی مالی حیثیت کو مد نظر رکھ کر کرتی ہیں۔ عدالت نہ صرف والد کے ذرائع آمدن بلکہ اس پر مالی ذمے داریوں کا بھی جائزہ لے گی اور اس کے بعد نفقہ کی مقدار کا تعین کرے گی۔^(۷۰) مقدمہ عبدالخالق بنام فوزیہ بی بی میں عدالت عالیہ پشاور نے یہ فیصلہ دیا کہ نفقہ کی مقدار کے تعین سے پہلے عدالت والد کی معاشی صورت حال، فریقین کی معاشرتی حیثیت، والد کی دیگر معاشی ذمہ داریوں اور بچے

۶۳۔ الغادین بنام مسماۃ پروین اختر، 75، PLD 1970، SC

65- 1972 PCR, Lahore 1286.

66- PLD 2001, Lahore, 188.

۶۷۔ ایس، ایم اسلم بنام روبی اختر، (1)، PLD, Karachi, 1996.

۶۸۔ امر ایٹام راشدہ اختر۔

۶۹۔ مسماۃ حمید بیگم بنام سید حسین، 284، SC 1958، PLD.

۷۰۔ مشاہد رضا بنام ڈاکٹر فوزیہ شاہین، 234، Peshawar, 2004، PUJ.

کے ضروری اخراجات کا جائزہ لے گی۔^(۷۱) عدالتی فیصلوں کے مطابق والد اپنے بیٹے کے لیے اس کی بلوغت تک اور بیٹی کے لیے اس کی شادی تک ذمے دار تصور کیا جائے گا۔^(۷۲) ایک بالغ بیٹے کے نفقے کی ذمے داری والد پر صرف اس صورت میں عائد ہوگی اگر وہ کمانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ بچے کی رہائش چاہے والد کے ساتھ ہو یا والدہ کے ساتھ اس کے نفقے کی ذمے داری والد پر ہی عائد ہوگی۔^(۷۳) شادی کے بعد شوہر بیوی کا ذمے دار ہوگا۔ طلاق یا بیوگی کی صورت میں نفقے کی ذمے داری دوبارہ والد پر آپڑے گی۔ بہ شرطے کہ لڑکی کے پاس کوئی اپنا ذریعہ آمدن نہ ہو۔^(۷۴) مقدمہ غلام خان بنام ڈسٹرکٹ جج گجرات میٹن والد نے یہ نکتہ اعتراض اٹھایا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ انکاری ہے۔ اس کے انکار کے بعد والد اس کو نفقہ دینے کا پابند نہیں ہے۔ عدالت عظمیٰ نے والد کا اعتراض مسترد کر دیا۔ عدالت نے فیصلے کے وقت یہ بات مد نظر رکھی کہ بیٹی کے شادی سے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیمار ماں کی دیکھ بھال کر رہی ہے اور اس کی شادی کی صورت میں اس کی ماں کی بیمار داری کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ عدالت عظمیٰ نے والد کو تب تک نفقہ دینے کا ذمے دار ٹھہرایا جب تک کہ بیٹی اپنے حالات کے مطابق شادی کا فیصلہ نہیں کر لیتی۔^(۷۵) ایک اور مقدمہ راشد احمد بنام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج لاہور میں والد نے یہی اعتراض اٹھایا کہ اس کی تین بیٹیاں چوں کہ شادی سے انکاری ہیں اس لیے وہ ان کے نفقے کا پابند نہیں۔ اس مقدمے میں لڑکیوں کے شادی سے انکار کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی، لہذا عدالت نے والد کے حق میں فیصلہ دیا اور اسے نفقے کے فرض سے مبرا کر دیا۔^(۷۶)

جہاں تک نفقے کی مقدار میں سالانہ اضافے کا تعلق ہے تو اس بارے میں عدالتی فیصلوں میں تضاد نظر آتا ہے۔ مقدمہ ابرار حسین بخاری بنام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج لاہور میں ماتحت عدالت نے فیصلہ دیا کہ نفقے کی مقدار جو کہ ایک لاکھ روپے ماہانہ مقرر کی گئی تھی، پر سالانہ پچیس فی صد اضافہ کیا جائے گا۔ والد نے اعتراض اٹھایا کہ یہ اضافہ بے جا ہے اور نفقے کی مقدار بھی زیادہ ہے۔ عدالت عالیہ لاہور نے والد کی مالی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیا کہ نفقے کی مقدار مناسب ہے لیکن سالانہ اضافے کو کم کر کے دس فیصد کر دیا گیا۔

—۷۱— PUD 2012, Peshawar 97.

—۷۲— عبد الطیف بنام صورت خاتون، 1989 SCMR 456.

—۷۳— شبیر احمد بنام مسماۃ غلام سیکہ، 1993 CLC 1880.

—۷۴— میاں محمد صابر بنام مسماۃ عظمیٰ پروین.

75— 1990 SCMR 136.

76— 2011 YLR Lahore 1632.

عدالت نے اپنے فیصلے میں اس بات کو بھی مد نظر رکھا کہ بچہ ذہنی طور پر متاثر ہے اور کہا کہ والد نہ صرف بلوغت تک بلکہ اس وقت تک بچہ کے نفقے کا ذمہ دار ہے جب تک وہ صحت یاب نہیں ہو جاتا۔^(۷۷) ایک اور مقدمہ محمد عمر فراز بنام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج میں فیصلہ کیا گیا کہ نفقے کی مقدار میں سالانہ اضافے کو مقرر کرنا غیر قانونی ہے، کیوں کہ قانون میں ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں۔^(۷۸)

عدالتی فیصلوں کے مطابق والد کے بعد دادا بچے کو نفقہ دینے کا ذمہ دار ہوگا،^(۷۹) لیکن اگر والدہ ہو تو نفقہ دینا اس کی ذمہ داری ہے دادا کی نہیں۔^(۸۰) اگر والد غیر حاضر یا لاپتا ہو اور اپنی ذمہ داری ادا نہ کر رہا ہو تو دادا کو یہ ذمہ داری سونپی جاسکتی ہے۔^(۸۱)

عدالتی فیصلوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستانی عدالتیں فیصلہ دیتے وقت اسلامی قوانین کو مد نظر رکھتی ہیں، لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اولاد کے حق نفقہ کے بارے میں ایک مفصل قانون بنایا جائے تاکہ عدالتیں متضاد فیصلے نہ دے سکیں۔ جب کسی موضوع پر مفصل قانون موجود نہیں ہوتا تو عدالتیں بہت بااختیار ہو جاتی ہیں اور اس وسیع اختیار کو استعمال کرتے ہوئے پیچیدہ اور متضاد فیصلے کر دیتی ہیں۔ یہ مقصد کی ذمہ داری ہے کہ پاکستانی عائلی قوانین میں موجود اس خلا کو پر کرے اور اس موضوع پر قانون سازی کرے۔

نتائج بحث

نفقہ بچے کا مذہبی و قانونی حق ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق والد اپنی اولاد کے نفقے کا ذمہ دار ہے بہ شرطے کہ اولاد صاحب مال نہ ہو۔ یہ ذمہ داری صرف والد کی ہے، البتہ اس کی ادائی پر وہ ثواب کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔ والد کے غائب یا غیر حاضر ہونے کی صورت میں یہ ذمہ داری دوسرے رشتے داروں پر آپڑے گی اور قریب ترین رشتے دار کو نفقہ کے لیے ذمہ دار تصور کیا جائے گا۔

اسلامی قانون اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ بچوں کے حقوق پر کسی بھی صورت میں زد نہ پڑے۔ کسی بھی قریبی رشتے دار کی عدم موجودگی کی صورت میں بچوں کے نفقے کی ذمہ داری ریاست اور بیت المال پر عائد ہوتی ہے۔ پاکستان میں اس موضوع پر کوئی جامع قانون موجود نہیں ہے، لیکن اگر ہم عدالتی فیصلوں پر نظر

77- 2012 YUR Lahore 1703.

78- PLD 2012 Lahore 170.

۷۹- عبد اللہ بنام جویریہ اسلم، 9 PUJ 2004, Lahore.

80- PJD 1991 SC 543.

81- PUD 2012 Lahore 1480.

ڈالیں تو ہمیں عدالتوں کا واضح جھکاؤ اسلامی قانون کی طرف نظر آتا ہے۔ پاکستانی عدالتیں زیادہ تر اسلامی قوانین کے مطابق ہی نفقہ کے مسائل کو طے کرتی ہیں۔ ایک اہم مسئلہ یہاں یہ ہے کہ کوئی جامع قانون موجود نہیں ہے اس لیے عدالتیں اپنی سوچ اور رجحان کے مطابق فیصلے دیتی ہیں جو بسا اوقات متضاد ہوتے ہیں۔ پاکستان کی مقننہ کو چاہیے کہ اسلامی قوانین کی روشنی میں اولاد کے حق نفقہ کے بارے میں تفصیلی قانون سازی کرے تاکہ پاکستان کے عائلی قوانین میں موجود یہ خلا پر کیا جاسکے۔

